مبرة الآل والأصحاب
سلسلة العلاقة الحميمة بين الآل والأصحاب (٤)

آلِ رسول واصحابِ رسول
ایک دوسرے پر رحم کرنے والے

رحماء بينهم: التراحم بين آل بيت النبي ﷺ والصحابة رضي الله عنهم

تالیف: صالح عبداللہ الدرویش
ترجمہ: عبدالحمید اطہر

آلِ رسول واصحابِ رسول
ایک دوسرے پر رحم کرنے والے

تالیف
صالح بن عبداللہ الدرویش

ترجمہ
عبدالحمید اطہر

نام کتاب : رحماء بینھم: التراحم بین آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابة رضی اللہ عنھم

اردو نام : آل رسول اور اصحاب رسول: ایک دوسرے پر رحم کرنے والے

تصنیف : صالح بن عبداللہ الدرویش

ترجمہ : عبدالحمید اطہر

انتساب

اہلِ بیت اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کو چاہنے
والوں کے نام

فہرست

پیش لفظ	۸
صفات صحابہ رضی اللہ عنہم	۱۲
پہلی بحث: نام کی دلالت	۱۷
کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے؟	۱۸
مناقشہ	۲۰
نتیجہ	۲۲
دوسری بحث: سسرالی رشتہ	۲۳
خلاصہ	۳۴
تیسری بحث: تعریف کی دلالت	۳۴
اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف	۴۱
اہل بیت سے کیا مراد ہے؟	۴۲
اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ	۴۳
ناصبیوں کے سلسلے میں اہل سنت کا موقف	۴۷
وقفہ	۵۰
خاتمہ	۵۴
خاندان بنو ہاشم اور بعض عشرہ مبشرہ کے درمیان سسرالی رشتہ	۵۵

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی ہم حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، ہم اللہ کے حضور اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے، وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جس کو گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں، امابعد!

رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسانی کے سردار اور آقا ہیں، یہ ایک شرعی حقیقت ہے، جس پر سبھی مسلمان متفق ہیں، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، یہ اتفاق اس امت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے اور یہ اسی کا احسان ہے۔

علم وغیرہ میں بعض ائمہ کو رسول اللہ ﷺ پر فضیلت دینے والے بعض افراد کا کوئی اعتبار نہیں ہے (۱) یہ روایتیں بہت سی کتابوں میں موجود ہیں، جن کی بعض لوگ تاویل کرتے ہیں، تو دوسرے بعض ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ واضح ہے، آپ شفاعت کبری اور حوض کوثر کے حامل ہیں، آپ دنیا وآخرت میں بلند مرتبے والے ہیں، ان حقائق کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ کی برکتیں آپ کے رشتے دار اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل ہوگئی تھیں۔

جی ہاں! اہل بیت کا مقام بہت بڑا ہے، اس کی وضاحت کے لیے بہت سی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور متواتر حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اس مقام ومرتبے میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور آپ کی اولاد شامل ہیں، ان حدیثوں میں آل واصحاب کے فضائل اور

۱۔ مجلسی نے "بحار الانوار" میں یہ باب قائم کیا ہے: "ائمہ انبیاء سے علم میں بڑے ہیں" ج ۲۶ ص ۸۲، اصول الکافی ج ۱ ص ۲۲۷ دیکھیے۔

فہرست

پیش لفظ	٨
صفات صحابہ رضی اللہ عنہم	١٢
پہلی بحث: نام کی دلالت	١٧
کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے؟	١٨
مناقشہ	٢٠
نتیجہ	٢٢
دوسری بحث: سسرالی رشتہ	٢٣
خلاصہ	٣٢
تیسری بحث: تعریف کی دلالت	٣٣
اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف	٤١
اہل بیت سے کیا مراد ہے؟	٤٢
اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ	٤٣
ناصبیوں کے سلسلے میں اہل سنت کا موقف	٤٧
وقفہ	٥٠
خاتمہ	٥٤
خاندان بنو ہاشم اور بعض عشرہ مبشرہ کے درمیان سسرالی رشتہ	٥٥

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی ہم حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، ہم اللہ کے حضور اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے، وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جس کو گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں، امابعد!

رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسانی کے سردار اور آقا ہیں، یہ ایک شرعی حقیقت ہے، جس پر سبھی مسلمان متفق ہیں، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، یہ اتفاق اس امت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے اور یہ اسی کا احسان ہے۔

علم وغیرہ میں بعض ائمہ کو رسول اللہ ﷺ پر فضیلت دینے والے بعض افراد کا کوئی اعتبار نہیں ہے (١) یہ روایتیں بہت سی کتابوں میں موجود ہیں، جن کی بعض لوگ تاویل کرتے ہیں، تو دوسرے بعض ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ واضح ہے، آپ شفاعت کبری اور حوض کوثر کے حامل ہیں، آپ دنیا وآخرت میں بلند مرتبے والے ہیں، ان حقائق کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ کی برکتیں آپ کے رشتے دار اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل ہوگئی تھیں۔

جی ہاں! اہل بیت کا مقام بہت بڑا ہے، اس کی وضاحت کے لیے بہت سی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور متواتر حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اس مقام ومرتبے میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور آپ کی اولاد شامل ہیں، ان حدیثوں میں آل واصحاب کے فضائل اور

١۔ مجلسی نے "بحار الانوار" میں یہ باب قائم کیا ہے: "ائمہ انبیاء سے علم میں بڑے ہیں" ج ٢٦ ص ٨٢، اصول الکافی ج ١ ص ٢٢٧ دیکھئے۔

مقام ومرتبے کو بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کردہ کئی آثار سے بھی آل واصحاب کے فضائل معلوم ہوتے ہیں، جو اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، وہ سب سے پہلے ان فضائل اور مقام ومرتبے میں شامل ہیں۔

اس سے پہلے شائع ہونے والی کتاب ''صحبت رسول اللہ'' میں اس کا تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان چند صفحات میں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپس کی رحم دلی کے بارے میں گفتگو کریں گے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم صحبت رسول اللہ ﷺ اور اس کی فضیلت، آل اور اصحاب کے درمیان ہم آہنگی کے بارے میں گفتگو سے اکتاہٹ محسوس نہ کریں، جن پر صرف ایمان لے آنے اور آپ کی صحبت اختیار کرنے سے اصحاب رسول نے ''صحابی'' کا لقب پایا، جنت میں ان صحابہ کا مقام ومرتبہ اور درجہ اعمال صالحہ اور سید المرسلین کے ساتھ جہاد کرنے کے اعتبار سے مختلف ہوگا، اسی طرح دنیا میں بھی صحابہ کا مقام مہاجرین اور انصار ہونے اور ان کے بعد آنے والوں کے اعتبار سے مختلف ہے، ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ'' (سورہ حدید ۱۰) تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور دشمنوں کے خلاف جنگ کی، یہ لوگ ان لوگوں سے درجے میں بہت بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، اور ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے

جی ہاں! ہر ایک کا ایک مقام ہے اور ان کو فضیلت حاصل ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم صحبت نبی کی عظمت کا ادراک کریں اور اس بات کو جان لیں کہ یہ مقام ومرتبہ قائم بالذات ہے، صرف اور صرف صحبت رسول اللہ کی وجہ سے حاصل ہے، البتہ اعمال صالحہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے اعتبار سے ان کے مقام ومرتبے کے مراتب ہیں، چناں چہ ان کے

مراتب مندرجہ ذیل ہیں: سابقون الاولون کا مقام سب سے بڑا ہے، اور جن میں اللہ نے صحبت نبی اور قرابت نبی کو جمع کر دیا ہے (وہ آپ کے پاکیزہ اہل وعیال ہیں، ان پر اللہ کی سلامتی ہو اور اللہ ان سب سے راضی ہو جائے) ان کو صحبت نبی کے مقام ومرتبے کے ساتھ قرابت کا بھی حق حاصل ہے، اور اعمال کے اعتبار سے ان کا مقام ومرتبہ مختلف ہے۔

محترم قارئین:

امت مسلمہ میں انتشار اور اختلاف کے اسباب کو تلاش کرنا اور ان اسباب کا علاج کرنا شرعی طور پر ضروری ہے، میری گفتگو ایک بہت بڑے مسئلے کے سلسلے میں ہے، اس کے بڑے اثرات مرتب ہوئے ہیں، اس نے امت کو پارہ پارہ کر دیا ہے، میں مختصراً آل بیت میں سے اصحاب رسول اور دوسرے صحابہ کرام کے درمیان آپس میں رحم دلی کے بارے میں گفتگو کروں گا، یہ صحیح ہے کہ ان کے درمیان آپس میں جنگیں ہوئی ہیں، لیکن وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، چاہے کانٹ چھانٹ کرنے والے اس سے غفلت برتیں یا تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کریں، یہ حقیقت روشن اور تابناک ہے اور اسی طرح روشن باقی رہے گی، جو اکثر قصہ گو افراد کے خیالات ونظریات اور من گھڑت کہانیوں اور افسانوں کی تردید کرتے رہیں گے، جن سے سیاسی مقاصد رکھنے والوں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اسی طرح دشمنوں نے بھی اپنے مقاصد اور مفادات پورا کرنے اور امت مسلمہ میں اختلاف وانتشار کو ہوا دینے میں بھی ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اپیل!

امت کی تاریخ کے بارے میں تحقیق وجستجو کرنے والوں اور اس موضوع پر تصنیف وتالیف کرنے والوں، بلکہ امت مسلمہ کو متحد کرنے کی دعوت دینے والوں سے ایک اپیل ہے۔

ان لوگوں سے ایک اپیل ہے جو گلوبلائزیشن کے خطرات اور اس کے منفی اثرات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، اور ان اثرات کے مقابلے کے لیے صفوں کو متحد کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

بلکہ اس امت کے ہر غیرت مند فرد سے ایک اپیل ہے: ہم ان تاریخی مسائل کو بحث بالنظر کے بغیر کیوں چھیڑیں، جن کے منفی اثرات پڑتے ہیں اور جو دشمنی میں اضافہ کرتے ہیں؟؟ عوام کو نقصان پہنچانے کے لیے یا اندھی تقلید کے لیے یا مادی فائدوں کے لیے!!!

تمھیں بہت سے محققین اور مصنفین پر تعجب ہوگا، جو کمزور اور موضوع روایتوں پر یا اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تاریخی یا فکری مسائل پر اپنا قیمتی وقت لگاتے ہیں اور بڑی محنت صرف کرتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں اور وہ علمی حقائق دریافت کر رہے ہیں!!! حالاں کہ جن نتائج تک وہ پہنچے ہیں وہ امت مسلمہ کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے اسباب ہیں، جب ان سے ان کے علم، تحقیق اور جدوجہد کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا!!! ان سے بہتر وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ یہ سب علم کی خاطر کر رہے ہیں، بس!!! وہ علمی بنیاد اور اساس کہاں ہے، جس کو انھوں نے اختیار کیا ہے؟؟

”صحبتِ رسول اللہ“ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے درمیان ہم آہنگی کو بیان کیا گیا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذمے داریوں میں سے ایک ذمے داری یہ بھی ہے کہ وہ ایمان والوں کا تزکیہ کریں، یہ وہ امی اور ان پڑھ لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے شرف اور صحبتِ نبی کی عزت سے سرفراز کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ“ (سورۂ جمعہ:٢) اللہ تعالیٰ ہی نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان میں اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور علم و حکمت سکھاتا ہے، حالاں کہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

یہ وہی لوگ ہیں، جن کی تربیت نبی رحمت اور رسول ہدایت ﷺ نے کی اور ان کو تعلیم سے آراستہ کیا۔

اس کتاب میں قائد اور آپ کے لشکر کے درمیان ہم آہنگی کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

آپ کے ذیل رسول ﷺ اور ان سے استفادہ کرنے والوں کے درمیان ہم آہنگی کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

پڑوسی رسول ﷺ اور ان کے پڑوسیوں اور ان کے ساتھ رہنے والوں کے درمیان ہم آہنگی کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

رسول امام کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے، جن کی سلطنت میں صحابہ کرام تھے، جو آپ کی رعایا اور آپ کے صحابہ تھے۔

اس ہم آہنگی کے بارے میں پہلی کتاب کے پہلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

محترم بھائیو! تمھیں اس میں کوئی شک ہے ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر: پیغامِ الٰہی پہنچانا، صحابہ کرام کا تزکیہ اور ان کی تربیت کرنا، اور ان کو تعلیم سے آراستہ کرنا وغیرہ اوامر کو پورا کیا، اس تزکیے کے ثمرات میں سے وہ قابلِ تعریف اوصاف وصفات ہیں جو صحابہ کی فطرتِ ثانیہ بن چکے تھے، اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔

یہی کافی ہے کہ وہ بہترین امت ہیں، جن کو لوگوں کے فائدے کے لیے نکالا گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”كنتم خير أمة أخرجت للناس“ (آل عمران:١١٠) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالی گئی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان ”أخرجت“ (نکالا گیا) پر غور کرو، کس نے ان کو نکالا اور یہ مقام عطا فرمایا؟ یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا“ (سورۂ بقرہ:١٤٣) اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف و توصیف اور تذکرے میں جو آیتیں نازل فرمائی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، ان بعض مواقف کے بارے میں بتایا جا چکا ہے، پھر ان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

صحابہ کرام کے اوصافِ حمیدہ

محترم بھائیو!

یہ بات یاد رکھو کہ یہ منفرد اور انوکھی نسل ہے، جن کو ایسے امتیازات حاصل ہوئے، جن کا حصول دوسروں کے لیے ناممکن ہے، ان کو صحبت، جی ہاں! صحبت رسول ﷺ کا شرف و امتیاز حاصل ہوا۔

آپ ﷺ نے ان کی تربیت کی، ان کو علم سکھایا، ان کو ادب سے آراستہ کیا، ان ہی کے ذریعے کافروں سے جہاد کیا اور یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کی مدد و نصرت کی۔

ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اوصافِ حمیدہ میں سے صرف ایک صفت کے بارے میں گفتگو کریں گے، اور اس پر سیر حاصل بحث کریں گے، مختلف فرقوں اور گروہوں کے بھی مسلمانوں کے لیے یہ ایک معلوماتی تحقیق ہوگی!

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون سی صفت ہے؟؟

یہ صفت ہے رحم کی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صفت پر گفتگو کیوں کی جائے؟؟

محترم بھائیو!

اس صفت کے راز کے بارے میں کیا تم نے میرے ساتھ غور کیا ہے؟ اگر آپ نے سوچا ہے تو اس صفت کے بارے میں گفتگو کرنے کے بہت سے اسباب ملیں گے، لیکن میں یہاں صرف چند اسباب کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

☆ پہلا سبب: یہ صفت بڑی ہی عظیم الشان ہے اور اس میں بہت سے معانی پوشیدہ ہیں، اس صفت کے بارے میں آیتیں نازل ہوئی ہیں اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں، اس سے بڑھ کر ہمارے پروردگار کی صفت بھی رحمٰن اور رحیم ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب مصطفیٰ ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے: "لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین

رؤوف رحیم" (التوبہ ۱۲۸) (تمھارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں، جو تم ہی میں سے ہیں، جن کو تمھارے نقصان کی بات بڑی گراں گزرتی ہے، جو تمھارے فائدے کے بڑے خواہش مند ہیں، ایمان والوں کے ساتھ شفیق اور مہربان ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ (بخاری، مسلم)

اس صفت کے بارے میں گفتگو کی جائے تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو جائیں گے، کیوں کہ اس کے بارے میں کثرت سے قرآنی اور نبوی نصوص وارد ہوئے ہیں، جو کسی اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

☆ دوسرا سبب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اصحابِ رسول ﷺ کی تعریف کرنے کے لیے اس صفت کو منتخب کیا ہے، دوسرے اوصاف کے مقابلے میں اس صفت کے انتخاب میں بڑی حکمتیں اور بہت سے فوائد پوشیدہ ہیں، اس صفت سے تعریف کرنا علمی اعجاز میں سے ہے۔

جو اس کے بارے میں غور کرے گا اس کے سامنے اعجاز واضح ہو جائے گا، کیوں کہ ان کے درمیان آپس میں موجود رحم کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے دوسرے اوصاف کے بجائے اس صفت کا تذکرہ کیوں کیا ہے؟؟

کیوں کہ اس میں طعن و تشنیع کی ان بے سروپا باتوں کی تردید ہے جو بعض کتابوں میں لکھی گئی ہیں۔ بعد میں افسانہ ساز ذہنوں کے لیے بنیادی محور ثابت ہوئیں۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ" (سورہ فتح ۲۹) (محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں، سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے

چہروں پر ان کے آثار نمایاں ہیں، تورات میں یہ ان کا وصف بیان کیا گیا ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو طاقت ور کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

☆ تیسرا سبب: اس حقیقت کو مستحکم بنانا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے اور رحمت کی صفت ان کے دلوں میں پیوست تھی، یہ ایک حقیقت ہے، جس سے ان روایتوں، افسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید ہوتی ہے جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تصویر بنتی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے والے وحشی تھے، اور ان کے درمیان دشمنی عام بات تھی!!

جی ہاں! جب تمھارے دل میں یہ بات پیوست ہو جائے گی کہ صحابہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے اور تمھارے دل کی گہرائیوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی تو دل مطمئن ہو جائے گا اور جن کے لیے اللہ نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے ان کا کینہ دل سے نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ '' (سورہ حشر ۱۰) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لا چکے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

☆ چوتھا سبب: محققین کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے کہ سند کے ساتھ متن پر بھی توجہ دی جائے، روایتوں کی سندوں کے ثابت ہونے کے بعد متون پر تحقیق اور ان کو قرآنی نصوص اور اسلام کے کلی اصول وضوابط سے موازنہ کرنا اور روایتوں کے درمیان تطبیق دینا علم میں پختگی رکھنے والوں کا طریقہ کار ہے۔

تاریخی روایتوں کی تحقیق میں اس منہج اور اسلوب کو اختیار کرنا ضروری ہے، لیکن

بڑے افسوس کی بات ہے کہ محققین سندوں کی تحقیق سے غفلت برتتے ہیں اور صرف تاریخ اور ادب کی کتابوں میں روایتوں کی موجودگی کو کافی سمجھتے ہیں!! اور جو سندوں پر توجہ دیتے ہیں، وہ متون پر غور کرنے سے غفلت برتتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ متون قرآن کے بالکل مخالف ہیں۔

محترم بھائیو!

فیصلہ کرنے سے پہلے اور الزامات تقسیم کرنے سے پہلے، بلکہ اپنی تاریخی، خاندانی اور موروثی معلومات پر بھروسہ کرتے ہوئے احکام صادر کرنے سے پہلے، بلکہ جذباتی دشمنی سے پہلے، تھوڑی دیر رکو اور ان دلائل کا مطالعہ کرو، جن کا میں نے یہاں تذکرہ کیا ہے، یہ دلائل واضح ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مانوس بھی نہیں ہیں، اس کے ساتھ یہ بہت آسان بھی ہیں اور ان کے معانی بڑے طاقت ور بھی ہیں، مثلاً سورہ فتح کی آخری آیت کی طاقت وقوت کو بھی دیکھیے: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ '' (سورہ فتح ۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں، سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں پر ان کے آثار نمایاں ہیں، تورات میں یہ ان کا وصف بیان کیا گیا ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو طاقت ور کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ " (سورہ حشر:۱۰) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما۔ اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لا چکے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

ان آیتوں کی تلاوت کرو اور ان کے معانی پر غور کرو۔

پہلی بحث

نام کی دلالت

اسم مسمی پر دلالت کرتا ہے، نام عنوان ہے جو مسمی کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے، یہ عام بات ہے کہ لوگ اس پر عمل کرتے ہیں، کوئی بھی عقلمند اسم کی اہمیت کے بارے میں شک نہیں کرتا، کیوں کہ نومولود بچہ اسی سے متعارف ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں اور دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے، یہ اس کی اور اس کے بعد اس کی اولاد کی نشانی اور علامت بن جاتا ہے، انسان فنا ہو جاتا ہے، لیکن اس کا نام باقی رہتا ہے۔

"اسم" لفظ "سمو" سے مشتق ہے، جس کے معنی بلندی کے ہیں، یا یہ "وسم" سے مشتق ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں۔

یہ تمام چیزیں نومولود بچے کے نام کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

بچے کے لیے نام کی کیا اہمیت ہے؟ یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، اسی سے اس کے دین اور عقل پر دلالت ہوتی ہے، کیا تم نے سنا ہے کہ نصاریٰ یا یہود اپنے بچوں کے نام محمد (ﷺ) رکھتے ہیں؟؟؟

یا مسلمان اپنے بچوں کے نام لات اور عزیٰ رکھتے ہیں؟؟ ایسے لوگ بہت ہی کم اور شاذ ہوں گے۔

نام کے ذریعے ہی بچہ اپنے باپ سے مربوط اور منسلک ہوتا ہے، باپ اور گھر والے اپنے بچوں کو اسی نام سے پکارتے ہیں، جس کو انھوں نے منتخب کیا ہے، خاندان والوں میں نام کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے، یہ کہاوت ہے: تمھارے نام سے میں تمھارے ابا کو پہچانتا ہوں۔

اسلام میں نام کی اہمیت

نام کی اہمیت کے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ شریعت نے ناموں پر بڑی توجہ دی ہے، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ اور صحابیات کا نام تبدیل کیا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے شہر کا بھی نام تبدیل کیا، جس کا قدیم نام یثرب تھا، اس کو بدل کر آپ نے اس شہر کا نام مدینہ رکھا، رسول اللہ ﷺ نے ''ملک الاملاک'' (شہنشاہ) نام رکھنے سے منع فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ نام ''ملک الاملاک'' (شاہان شاہ) ہے''، نبی کریم ﷺ نے اپنے بچوں کے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن وغیرہ رکھنے کا حکم دیا ہے، جس میں رب العزت کی بندگی کا احساس ہوتا ہو، اسی طرح عبدیت کا اظہار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں''، ہمارے رسول ﷺ کو خوبصورت اور اچھے نام پسند تھے، آپ ناموں سے نیک فال لیا کرتے تھے، آپ ﷺ کی سیرت میں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔

علمائے اصول ولغت کے نزدیک یہ اصول مقرر ہے کہ ناموں کی دلالتیں ہوتی ہیں، اور اس کے معانی پائے جاتے ہیں، اس مسئلہ کی تفصیلات لغت اور اصول فقہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، علمائے کرام نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے فروعی مسائل کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

محترم بھائی!

جلدی نہ کرو اور تعجب بھی نہ کرو! میرے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہو اور اس سوال کا جواب پاؤ۔

تم اپنے بچے کا نام کون سا رکھتے ہو؟؟

کیا تم اپنے بچے کا نام ایسا رکھتے ہو جس کے معنی تمھارے نزدیک یا اس کی ماں یا گھر والوں کے نزدیک پسندیدہ ہو؟

یا تم اپنے بچے کا نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھتے ہو؟؟

سبحان اللہ!!

ہم اپنے لیے ایسے ناموں کا انتخاب کرتے ہیں جن کی کوئی دلالت ہوتی ہے اور ہمارے پاس اس کے معنی ہوتے ہیں، جو نام لوگوں میں بہترین تصور کیے جاتے ہیں، ان کا ہم انتخاب کرتے ہیں، پھر ہم کیوں بہترین لوگوں کے بارے میں اس منطق کو ٹھکراتے ہیں اور کہتے ہیں: نہیں؟! انھوں نے اپنے بچوں کے نام سیاسی اور معاشرتی اسباب کی وجہ سے لوگوں سے ہٹ کر رکھا ہے!! ان ناموں کے انتخاب میں ان کے نزدیک کوئی دلالت نہیں ہے!!

امت کے عقل مند افراد، قائدین اور حسب ونسب میں با عزت لوگ بسیط انسانی معانی ومطالب سے بھی محروم ہیں، کیوں کہ ان کے لیے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام اپنے محبوب لوگوں اور اپنے بھائیوں کے نام پر ان کے فضل واحسان اور محبت کا اعتراف کرتے ہوئے رکھیں، بلکہ وہ اپنے بعض بچوں کا نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھتے ہیں!! کیا تم اس کی تصدیق کرو گے؟؟

معلومات کے لیے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ نام کسی ایک فرد کا نہیں ہے، بلکہ بہت سے بچوں کا رکھا گیا ہے، پھر یہ نام کئی صدیوں بعد دشمنی بھلانے کے بعد نہیں رکھے گئے ہیں، بلکہ دشمنی جب چوٹی پر تھی اس وقت یہ نام رکھے گئے ہیں (جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں) لیکن ہم کہتے ہیں کہ بلکہ محبت کی انتہا کے وقت یہ نام رکھے گئے ہیں...... یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، جس کی تحقیق کرنا اور اس پر توجہ دینا ضروری ہے، کیوں کہ اس میں بہت سی عظیم دلالتیں ہیں اور اس میں اوہام پرستی، من گھڑت کہانیوں اور افسانوں کی تردید ہے، اس میں دل اور جذبات کے لیے خطاب ہے اور اس میں عقل مندوں کے لیے اطمینان ہے، جس کی تردید اور تاویل کرنا ممکن نہیں ہے۔

۱۔۳: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سے پہلے خلفاے راشدین ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ابوبکر بن علی بن ابوطالب: جو اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے

☆ عمر بن علی بن ابوطالب: یہ بھی اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے

☆ عثمان بن علی بن ابوطالب: یہ بھی اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے

۴۔۶: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے نام ابوبکر بن حسن، عمر بن حسن اور طلحہ بن حسن رکھے، جو سب کے سب اپنے چچا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔

۷۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بچے کا نام عمر بن حسین رکھا۔

۸۔۹: سید الساجدین حضرت علی بن حسین زین العابدین (چوتھے امام) نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا اور اپنے بچے کا نام عمر رکھا جس سے اولاد ہوئی (۱)

اسی طرح دوسرے اہلِ بیت عباس بن عبدالمطلب، جعفر بن ابوطالب اور مسلم بن عقیل نے بھی اپنی اولاد کے نام خلفاے راشدین اور صحابہ کرام کے نام پر رکھے، یہاں سبھی ناموں کو جمع کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصد کے حصول کے لیے چند ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے

مناقشہ

بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں کہ حضرت علی اور ان کی اولاد نے اپنے بچوں کے یہ نام رکھے، یہ لوگ وہ ہیں جن کو انساب اور اسماء کا علم نہیں ہے، اور کتابوں کی دنیا سے ان کو بہت کم واسطہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

کبار ائمہ اور علماء نے ان لوگوں کا جواب دیا ہے، کیوں کہ ان ناموں کی موجودگی کے دلائل قطعی ہیں اور اہلِ بیت کی اولاد میں ان ناموں کا پایا جانا یقینی ہے، معتمد کتابوں میں

۱۔ کشف الغمہ ۲/۳۳۴، الفصول المہمہ ۱۸۳، اسی طرح بھی ۱۲ ائمہ کی اولاد میں صحابہ کے نام پائے جاتے ہیں تفصیلات کے لیے دیکھا جائے: اعلام الوریٰ للطبرسی ۲۰۳، الارشاد للمفید ۱۸۶، تاریخ الیعقوبی ۲/۲۱۳

یہاں تک کہ کربلا کے بارے میں وارد روایتوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ امام حسین کے ساتھ ابوبکر بن علی بن ابوطالب اور ابوبکر بن حسن بن علی کے علاوہ وہ بھی شہید ہو گئے جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کیا گیا ہے۔

جی ہاں! یہ سب حضرت حسین کے ساتھ شہید ہو گئے، ان کا تذکرہ ان کتابوں میں ہے جن میں اس اندوہناک حادثے کا تذکرہ ملتا ہے، تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود ہی نہیں ہیں، اس کربناک واقعے کے دن عمر بن علی بن ابوطالب اور عمر بن حسن نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔

ان ائمہ کرام کا اپنی اولاد کا نام ابوبکر، عمر، عثمان اور عائشہ وغیرہ کبار صحابہ کے نام پر رکھنے کے مسئلے کا شافی اور اطمینان بخش جواب ہم کو نہیں ملتا ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم ناموں کے سلسلے میں یہ کہیں کہ نام کی کوئی دلالت اور معنی ہی نہیں ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہم اس مسئلے کو من گھڑت کہیں، کیوں کہ اس کا مطلب سبھی کتابوں کی سبھی روایتوں پر طعن و تشنیع کرنا ہوگا، کیوں کہ جس طبقے کو جو روایت پسند نہیں آئے گی وہ یہ کہیں گے کہ یہ جھوٹ اور من گھڑت ہے، بلکہ اس دنیا کی خواہشات سے مطابقت نہ رکھنے والی ہر روایت کو دھتکارا جائے گا اور بڑی آسانی سے یہ کہہ کر اس کی تردید کی جائے گی کہ یہ من گھڑت ہے!! خصوصاً اس صورت میں کہ ہر عالم کو روایتوں کے قبول کرنے اور رد کرنے کا حق ہے، اسی وجہ سے ان کے پاس کوئی ضابطہ اور اصول نہیں ہے، یہ ہنسانے اور رلانے والی لطیف بات ہے کہ یہ کہا جائے: کبار صحابہ (جن کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے) کے نام پر نام رکھنا ان کو گالی دینے اور ان کے سب و شتم کے لیے ہے!! یہ کہا گیا ہے کہ اس طرح کے نام رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عوام کی محبت حاصل کی جائے، کیوں کہ امام نے اپنی اولاد کا نام اس لیے رکھا، تا کہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ وہ خلفاء سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے راضی ہیں!!! یعنی تقیہ کرنے کے لیے یہ نام رکھا کرتے تھے۔

اللہ کی پناہ! کیا ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ امام نے اپنے ساتھیوں اور عام لوگوں

کو دھوکہ دینے کے لیے کچھ کام کیے؟؟

امام اس کی خاطر اپنی اولاد اور ذریت کو کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں؟؟

وہ کون لوگ ہیں جو ان ناموں کی وجہ سے امام کو جا ہیں گے؟؟ امام کی بہادری اور عزتِ نفس اس بات سے انکار کرتی ہے کہ وہ خود کو اور اپنی اولاد کو بنو تیم، بنو عدی یا بنی امیہ کی وجہ سے ذلیل کریں، امام کی سیرت پڑھنے والے کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ امام ان جھوٹی روایتوں کے برخلاف لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے، جن روایتوں سے آپ بزدل ثابت ہوتے ہیں کہ وہ نہ اپنے دین کے لیے انتقام لیتے تھے اور نہ اپنی عزت کے لیے، وہ سب موضوع ہیں، تبھی تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

نتیجہ

امام علی اور ان کی اولاد ائمہ کرام نے جو کچھ کیا ہے، یہ اہل بیت کی خلفائے راشدین اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت کی طاقت ور عقلی، نفسیاتی اور واقعاتی دلیل ہے، تم خود بھی یہی حقیقی زندگی گزار رہے ہو، اس لیے اس کی تردید کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، اس حقیقت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ" (سورۃ الفتح ۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں، سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں پر ان کے آثار نمایاں ہیں، تورات میں یہ ان کا

وصف بیان کیا گیا ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو طاقت ور کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

محترم بھائیو!

اس آیت کو اور ایک مرتبہ پڑھو، اس کے معانی پر غور کرو، اور صفتِ "رحمت" پر تدبر کرو۔

دوسری بحث

آل اور اصحاب میں سسرالی رشتہ

محترم قارئین!

آپ کے جگر کا ٹکڑا، آپ کی بیٹی، دل کا سکون، اس کی شادی آپ کس کے ساتھ کریں گے؟ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اس کی شادی ایک فاجر و فاسق اور مجرم کے ساتھ کرو، اس کی ماں یا بھائی کے قاتل کے ساتھ نکاح کرو؟ تمھارے نزدیک سسرالی رشتے کا کیا مطلب ہے؟

مصاہرت کے لغوی معنی: ''مصاهرة'' صاهر کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ''صاهرت القوم'' یعنی میں نے ان میں شادی کی۔ علامہ ازہری نے لکھا ہے: مصاہرت میں محارم مردوں اور عورتوں مثلاً ماں، باپ اور بھائی وغیرہ کے رشتے دار شامل ہیں، اور جو شوہر کی طرف سے اس کے قریبی محرم رشتے دار ہوں وہ بھی عورت کے سسرالی رشتے دار ہیں۔

مرد کے سسرال اس کی بیوی کے رشتے دار ہیں اور عورت کے سسرالی اس کے شوہر کے رشتے دار ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ عربی زبان میں مصاہرت کہتے ہیں عورت کے قریبی رشتے داروں کو اور کبھی اس کا استعمال مرد کے قریبی رشتے داروں کے لیے بھی ہوتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سسرالی رشتے کو اپنی نشانیوں میں سے شمار کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا'' (الفرقان ۲۵:۵۴) وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا بنایا، بلاشبہ

آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔

اس آیت کریمہ پر غور کرو اور سوچو کہ اللہ انسان کو نسب اور سسرالی رشتے کے ذریعے ایک دوسرے سے کیسے مربوط کرتا ہے، کیوں کہ مصاہرت شرعی رابطہ ہے، جس کو اللہ نے نسب کی طرح ہی قرار دیا ہے اور دونوں کا تذکرہ ایک ساتھ کیا ہے، نسب باپ کے رشتے داروں کو کہتے ہیں، بعض علمائے کرام کا خیال ہے کہ نسب سے مراد مطلق رشتے داری ہے۔

یہ بات یاد رکھو کہ نسب اور سسرالی رشتے کو اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے اور اس کی عظیم دلالتیں ہیں، پس تم اس سے غافل نہ ہو جاؤ اور اس کو بھلا نہ دو۔

سسرالی رشتہ تاریخی حیثیت سے

عربوں کے نزدیک سسرالی رشتے کا خاص مقام و مرتبہ ہے، عرب حضرات نسب پر فخر کرتے تھے، اس میں اپنی بیٹیوں کے شوہروں یعنی دامادوں اور ان کے مقام و مرتبے پر بھی فخر کرتے تھے، عرب اس شخص کے ساتھ اپنی عورتوں کی شادی نہیں کرتے ہیں، جن کو وہ اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں، یہ عربوں کے بارے میں مشہور ہے، بلکہ عجم کے بہت سے خاندانوں میں بھی یہ رواج پایا جاتا ہے، مغرب میں نسلی امتیاز سب سے بڑا معاشرتی مسئلہ ہو گیا ہے۔

عرب اپنی عورتوں کے سلسلے میں بڑے غیرت مند ہیں، جس کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں بعض عرب عار کے خوف سے اپنی چھوٹی بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے، یہ اشارہ ہی کافی ہے، اس کے اثرات آج تک باقی ہیں، جو پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔

اسلام میں سسرالی رشتے کی اہمیت

اسلام نے آ کر اوصافِ حمیدہ اور قابلِ ستائش امور کو مستحکم کیا اور بری چیزوں سے منع فرمایا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ اعتبار تقویٰ کا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ'' (الحجرات ۱۳) (تم میں اللہ کے نزدیک سب

سے باعزت وہ ہے جو سب سے بڑی متقی ہو) یہ شرعی اعتبار سے ہے۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دین، نسب، پیشے اور ان سے متعلقات میں کفو کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور تفصیلی احکام بیان کیے ہیں، عقد صحیح ہونے کے لیے کفو ہونا شرط ہے یا نہیں؟ کیا یہ بیوی کا حق ہے یا عورت کے اولیاء اس میں شریک ہیں؟ نکاح کے باب میں اس کے علاوہ بھی دوسری بحثیں کی جاتی ہیں۔

عزت کی حفاظت اور عورتوں پر غیرت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی واضح تعلیمات ملتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہونے والے کو شہادت کا درجہ دیا ہے، خود نبی کریم ﷺ نے اس عورت کی خاطر جس کی عزت کو ایک یہودی نے پامال کیا تھا جنگ کی قیادت کی ہے، یہ قصہ یہودی قبیلے بنو قینقاع کی بدعہدی اور معاہدہ توڑنے کا ہے جو مشہور ومعروف ہے، واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک یہودی نے اپنے پاس سونا خریدنے آئی ہوئی ایک دوشیزہ سے چہرہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو اس مسلم عورت نے انکار کیا، اس یہودی نے اس عورت کا کپڑا کھینچا، وہ بیٹھی ہوئی تھی، اس کو یہودی کی اس حرکت کا احساس نہیں ہوا، جب وہ کھڑی ہوگئی تو پردہ کھل گیا، اس نے مدد طلب کرنے کے لیے چلانا شروع کیا، وہیں قریب میں ایک مسلم نوجوان تھا، اس نے آکر یہودی کو مار ڈالا، یہودی ہر طرف سے جمع ہوگئے اور اس مسلم نوجوان کو قتل کر دیا، اس کے علاوہ دوسری وجوہات کی وجہ سے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ ختم ہوگیا۔

محترم قارئین! بعض شرعی احکام پر غور کرو، مثلاً عقد نکاح میں ولی اور گواہوں کا پایا جانا شرط ہے، بلکہ زنا کی تہمت لگانے کی سزا، زنا کے حدود وغیرہ احکام پر غور کرو، جو عزت کی حفاظت کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

ان احکام، ان میں موجود حکمتوں اور معاشرے پر ان احکام کے اثرات پر غور کرنے سے تمھیں اس موضوع کی اہمیت کا علم ہو جائے گا اور اس کی اہمیت واضح ہو جائے گی۔

سسرالی رشتے کی وجہ سے بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں، عقد نکاح کی

مشروعیت کے سلسلے میں غور کرو کہ یہ ایک پختہ معاہدہ ہے، آدمی سب سے پہلے عورت کا ہاتھ مانگتا ہے، جس کے بہت سے احکام ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس کا رشتہ قبول کیا جائے یا ٹھکرا دیا جائے، رشتہ بھیجنے والا اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کے تعاون سے اس رشتے کو قبول کرانے اور منوانے کی کوشش کرتا ہے، عورت کے گھر والے اور رشتے دار لڑکے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، ان کو رشتہ قبول کرنے یا ٹھکرانے کا حق ہے، یہاں تک کہ اگر ہدایا دیے جائیں یا نکاح سے پہلے ہی مہر ادا کر دیا جائے تو بھی نکاح ہونے سے پہلے پہلے رشتہ ٹھکرانے کا حق رہتا ہے۔

عقد نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، نکاح کی تشہیر کرنا ضروری ہے، یہ شرعی حکم ہے، کیوں؟؟؟ کیوں کہ نکاح کے بعد بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں: اجنبی رشتے دار بن جاتے ہیں اور دو خاندانوں کے درمیان سسرالی رشتہ قائم ہو جاتا ہے، نکاح کی وجہ سے شوہر پر بہت سی عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہیں یا بیوی کے ساتھ نکاح باقی رہنے تک بہت سی عورتیں حرام رہتی ہیں، اس مختصر سے کتابچے میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے، یہاں صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ اس موضوع کی اہمیت یاد دلائی جائے، تاکہ اصل موضوع میں اس کا فائدہ حاصل ہو، پس مندرجہ ذیل معلومات پر غور کرو:

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی بہن کی شادی ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی، کیا ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے خوف زدہ ہو کر ان کے ساتھ کی؟!! حضرت علی کی بہادری کہاں چلی گئی؟!! اپنی بیٹی سے ان کی محبت کہاں چلی گئی؟ کیا وہ اپنی بیٹی کی شادی ایک ظالم سے کر رہے ہیں؟! اللہ کے دین کی خاطر آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟؟ بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں، ایسے سوالات اٹھتے ہیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں، یا آپ یہ بات کہیں گے کہ حضرت علی نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت عمر سے اس لیے کی کہ آپ کو ان پر اطمینان تھا اور آپ خود ان سے

شادی کروانا چاہتے تھے، جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنتِ رسول ﷺ کے ساتھ شرعی طریقے پر صحیح شادی کی، جس میں کوئی شک اور شائبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ (اگلے صفحات میں اس شادی کی تاکید کے لیے علماء کے اقوال بیان کیے جائیں گے جن سے ضمن میں تحقیق کرنے والوں کی تردید ہوگی) اس شادی سے دو خاندانوں کے درمیان مضبوط تعلقات اور محبت کا پتہ چلتا ہے، یہ محبت اور تعلق کیسے نہیں ہوگا؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بیوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دختر تھی، حضرت عمر کے ام کلثوم بنت علی کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی دونوں خاندانوں کے درمیان سسرالی رشتہ قائم تھا۔

دوسری مثال: امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول ہی کافی ہے: "ابوبکر نے مجھے دو مرتبہ جنا ہے"۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ جعفر کی ماں کون ہیں؟ یہ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں۔ (۱)

عقل مندو! حضرت جعفر نے ابوبکر کیوں کہا؟ محمد بن ابوبکر کیوں نہیں کہا؟؟؟ جی ہاں! انھوں نے ابوبکر کے نام کی صراحت کی ہے، کیوں کہ بعض لوگ ان کے فضل کا انکار کرتے ہیں، البتہ آپ کے فرزند پر سبھوں کا اتفاق ہے۔ اللہ کی قسم! انسان کس پر فخر کرتا ہے!! سوچنے کی بات ہے۔

محترم بھائیو! مہاجرین اور انصار صحابہ کا نسب ایک دوسرے سے مربوط ہے، اس حقیقت سے ہر وہ شخص واقف ہے جس کو مہاجرین و انصار کے نسب کے بارے میں معلوم ہے، یہاں تک کہ ان کے آزاد کردہ غلام بھی نسب میں شامل ہیں، جی ہاں! آزاد کردہ غلاموں نے قریش کے ساوات اور شرفاء سے شادی کی، یہ زید بن حارثہ ہیں، جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحابہ کرام میں صرف ان ہی کا نام قرآن کریم میں سورہ احزاب میں آیا ہے، ان کی بیوی کون ہیں؟ وہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ہیں، جن سے بعد میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کی۔

۱۔ فروہ کی ماں اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر ہیں۔ عمدۃ الطالبین ص ۱۹۵، الکافی ج ۱ ص ۴۷۲

یہ اسامہ بن زید ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی خاندانِ قریش کی ایک لڑکی فاطمہ بنت قیس کے ساتھ کی۔ (۱) یہ آزاد کردہ غلام سالم ہیں، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کی شادی اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ کے ساتھ کی، جن کے والد قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ (۲)

صحابہ کے آپس میں سسرالی رشتے داری کے بارے میں گفتگو کی جائے تو بہت طویل ہو جائے گی، اہلِ بیت اور خلفائے راشدین کے درمیان شادیوں کی چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

کیا تمھیں معلوم ہے کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت محمد ﷺ کی دختر ام کلثوم کے ساتھ شادی کی۔

جعفر صادق کی ماں کا تذکرہ ہو چکا ہے، آپ کی دادیاں کون ہیں؟ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتیاں ہیں۔

محترم بھائیو! شیطانی وسوسوں سے دور رہو، اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرو اور بار بار سوچو، کیوں کہ تم مسلمان ہو اور عقل کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اس سے تم ناواقف نہیں ہو، غور و خوض کرنے کی ترغیب دینے والی آیتیں بہت سی ہیں، جن کو یہاں تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اسی وجہ سے ہم پر ضروری ہے کہ ہم اپنی عقلوں کو کام میں لائیں، تقلید چھوڑ دیں اور اس بات سے چوکنا رہیں کہ کھلواڑ کرنے والے ہماری عقلوں سے کھلواڑ نہ کریں، ہم انسان اور جنات شیاطین سے سمیع و علیم اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور پناہ مانگتے ہیں۔

محبِ محترم! کیا تم اس بات پر راضی ہو جاؤ گے کہ تمھارے والد اور دادا کو گالی دی جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ کی عورتوں کی سرداری شادی طاقت کے زور پر کی گئی، باوجود یہ

۱۔ یہ روایت فاطمہ بنت قیس سے ہے۔ مسلم
۲۔ یہ روایت حضرت عائشہ سے ہے۔ بخاری

کیا آپ کا پورا کا پورا خاندان خوبی دار ہے؟!

کیا تم اس پر راضی ہو جاؤ گے کہ یہ کہا جائے کہ اس شرم گاہ کو غصب کیا گیا ہے؟؟! بے انتہا سوالات کی بوچھار شروع ہو جائے گی، کون سی عقل اس بکواس پر راضی ہو جائے گی اور کون سا دل اس روایت کو قبول کرے گا!!! اے اللہ! تو ہم کو اپنے نیک بندوں کی محبت عطا فرما، اے اللہ! تو ہماری ان دعاؤں کو قبول فرما۔

تیسری بحث شروع کرنے سے پہلے ایک وضاحت:

خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کو گالی دینے والوں کے نزدیک جو کتابیں معتمد ہیں ان سے بعض نصوص اور اقتباسات کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے، جن میں حضرت عمر کی شادی ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یہ کتابیں ان کے معتبر علماء کی تحریر کردہ ہیں۔

امام صفی الدین محمد بن تاج الدین ( ) نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے، جو کتاب انھوں نے ہلاکو کے ساتھی اصیل الدین حسین بن نصیر الدین طوسی کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی، انھوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بچیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ام کلثوم کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں، جن کے ساتھ عمر بن خطاب نے شادی کی، جن سے زید کی پیدائش ہوئی، پھر حضرت عمر کے بعد عبد اللہ بن جعفر نے ان کے ساتھ شادی کی''۔(۲)

محقق سید مہدی رجائی کی یہ بات دیکھی جائے، جنھوں نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے علامہ ابو الحسن عمری (۳) کی تحقیق ہے، جنھوں نے اپنی کتاب ''المجدی'' میں لکھا ہے: ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے جس کو ہم نے ابھی پڑھا ہے کہ عباس بن مطلب نے اس کی شادی اس کے والد کی رضامندی اور اجازت کے ساتھ عمر

۱۔ جو ابن طقطقی حسنی کے نام سے مشہور ہیں، ان کی وفات ۷۰۹ھ قمری میں ہوئی، یہ علم انساب، حوادث اور امام ہیں

۲۔ ص ۵۸

۳۔ جن کی نسبت عمر بن علی بن حسین کی طرف ہے

سے کی، اور حضرت عمر سے زید پیدا ہوئے۔ الخ

محقق نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ عمر نے جن کے ساتھ شادی کی وہ شیطان تھی، یا انھوں نے اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کی، یا طاقت کے زور پر ان کے ساتھ شادی کی۔ الخ

علامہ مجلسی نے لکھا ہے: ...... اس طرح مفید نے اصل واقعے کا انکار کیا ہے کہ یہ واقعہ ان کے اسانید سے ثابت نہیں ہے، ورنہ ان روایتوں کی موجودگی میں انکار کیسے کیا جا سکتا ہے، سندوں کے ساتھ اس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کو لے کر اپنے گھر آئے، اس کے علاوہ بہت سی روایتیں ہیں جن کا تذکرہ ''بحار الانوار'' میں ہے، یہ عجیب و غریب انکار ہے، اصل جواب یہ ہے کہ یہ تقیہ اور مجبوری کی وجہ سے پیش آیا ہے...... الخ (۱)

میں کہتا ہوں: ''الکافی'' کے مصنف نے اپنی کتاب میں بہت سی روایتیں نقل کی ہے، جن میں سے ایک یہ ہے: ''باب: وہ متوفی عنہا زوجہا جس کے ساتھ جماع ہو چکا ہو کہاں عدت گزارے گی اور اس پر کیا واجب ہے: حمید بن زیاد عن ابن سماعۃ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن سنان و معاویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام، وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، کیا وہ اپنے گھر میں عدت گزارے گی یا جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت علی علیہ السلام ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔(۲)

محترم قارئین! میں نے بعض معاصرین سے شادی کے بارے میں دریافت کیا، اس کا بہترین جواب عدالت اوقاف و میراث کے جج شیخ عبد الحمید خطی نے دیا ہے، انھوں

۱۔ ج ۲۰ ص ۴۵ مرآۃ العقول

۲۔ الفروع من الکافی ج ۶ ص ۱۱۵

نے کہا ہے: اسلام کے شہسوار امام علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی کرنے کے سلسلے میں کوئی نافرمانی نہیں کی ہے، آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی دختر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی، ابوسفیان کا مقام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہے، اس شادی کے بارے میں جو ڈھول اڑائی جاتی ہے اس کا مطلق کوئی جواز نہیں ہے۔

آپ لوگوں کی یہ بات کہ ایک شیطان نے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ام کلثوم کی شکل اختیار کی، تاکہ ان کی جگہ کھڑی رہے، یہ بات ہنسانے والی بھی ہے اور رلانے والی بھی، یہ قابلِ التفات اور قابلِ توجہ بات ہی نہیں ہے۔ انتہی

شیخ نے بحث وتحقیق کے مسئلہ کو چھیڑا ہی نہیں ہے، اس سے سسرالی رشتے کے اس نتیجے پر دلالت ہے کہ دو خاندانوں کے درمیان رابطہ وتعلق پایا جاتا ہے اور سسرالی رشتہ پورے اطمینان کے بعد ہی قائم ہوتا ہے، اسی طرح سسرالی رشتے داروں کے درمیان محبت، اخوت اور الفت پر دلالت ہوتی ہے۔

محبِ محترم! تم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مسلمان مرد اہلِ کتاب عورت سے شادی کرسکتا ہے، لیکن اہلِ کتاب مرد کا مسلم عورت سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، ان دونوں کے درمیان فرق بالکل واضح ہے، چنانچہ تم اس پر غور کرو۔

خلاصۂ کلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان سسرالی رشتہ بالکل واضح ہے، خصوصاً امام علی علیہ السلام کی اولاد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اولاد کے درمیان، اسی طرح بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان اسلام سے پہلے بھی اور اسلام آنے کے بعد بھی سسرالی رشتہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، اس کی سب سے مشہور مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ابوسفیان کی دختر سے ہے۔

یہاں سسرالی رشتے داری قائم ہونے کے بعد پیدا ہونے والے انسانی اور معاشرتی اثرات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، ان میں سے سب سے عظیم اثر یہ ہے کہ دو خاندانوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے، ورنہ اس کے اثرات بے انتہا ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا تفصیلات کافی ہیں۔ وباللہ التوفیق

تیسری بحث

تعریف کی دلالت

محترم قارئین!

کیا تم نے کبھی اپنے گھر والوں اور رشتے داروں، بلکہ اپنے گاؤں والوں میں سے چند لوگوں کے ساتھ دیارِ غیر میں زندگی گزاری ہے؟؟

کیا تم نے ان لوگوں کے ساتھ یا اپنے دوستوں کے ساتھ کسی کیمپ میں چند دن گزارے ہیں؟؟

محبِ محترم! کیا تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ فقر وفاقہ اور ظلم وزیادتی کے ماحول میں زندگی گزاری ہے؟ ان تمام مواقف میں ساتھ رہنے والوں کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ وہ سب راحت اور تکلیف کے ساتھی تھے، بلکہ ان کے ساتھ سب سے بہتر انسان حضرت محمد ﷺ بھی تھے؟ نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور خصوصاً السابقون الاولون نے ان مواقف میں ایک ساتھ زندگی گزاری، جی ہاں! ان کی اجتماعی زندگی مختلف ہے، جس کا ایک خاص رنگ اور چھاپ ہے، اس سے ہر وہ شخص واقف ہے جس نے سیرت کا مطالعہ کیا ہے، یا اس کو حبیبِ مصطفیٰ ﷺ کی زندگی سے تھوڑا بہت تعلق ہے۔

محبِ محترم! میرا خیال ہے کہ تم ان سطروں کو پڑھ رہے ہو اور میرے ساتھ تاریخ کی گہرائیوں میں منتقل ہو رہے ہو، جب نبی کریم ﷺ مکہ میں دار ارقم میں تھے اور دعوتی سرگرمیاں خفیہ طور پر انجام پا رہی تھیں، پھر مکہ ہی میں اسلام کی تبلیغ علی الاعلان شروع ہوئی، پھر جب صحابہ کرام نے دیارِ غیر حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی، گھر بار، مال ودولت اور اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دیا، دور دراز کے مشقت بھرے سفر میں

ان کے حالات پر غور کرو، اس وقت اونٹوں پر اور پیدل سفر کیا جاتا تھا، ان سبھوں نے غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ میں خوف وہراس اور حصار کے حالات میں زندگی گزاری، غزوہ تبوک میں صحراء اور بے آب وگیاہ علاقوں کا سفر طے کیا، بدر، خندق، خیبر وحنین اور مکہ وغیرہ جنگوں میں فتوحات کے مرحلے میں بھی زندگی گزاری۔

نفسیاتی اثرات کے بارے میں غور کرو، جی ہاں! ان کے درمیان محبت اور صحبت کیسے نہیں رہ سکتی ہے، تمھارے ذہن ودماغ سے یہ بات غائب نہ رہے کہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تھے، آپ ان کے قائد، مربی اور عالم تھے، تمھارے ذہن میں یہ بات مستحضر رہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب کی طرف سے اس جماعت کے قائد یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وحی نازل ہو رہی تھی، ان حضرات کے بارے میں غور کرو، ان سبھوں کے دل رسول اللہ ﷺ کے لیے مجتمع تھے، اس جماعت کے نفسیاتی اثرات کے بارے میں غور کرو، جن کے دل آپس میں جڑے ہوئے تھے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت ومودت تھی اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر ان کے دل مجتمع تھے، رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی تربیت کا فریضہ انجام دیا تھا، ان کے ساتھ زندگی گزاری تھی، جب کہ قرآن کا نزول ہو رہا تھا، میرے ساتھ بیٹھ کر ان مواقف اور ان دنوں کا تصور کرو، "صحبت رسول اللہ" میں اس کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ محبت ومودت اور تال میل ان کے درمیان عام تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا" (آل عمران ۱۰۳) اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کو باہم جوڑ دیا، جس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

برائے مہربانی اس آیت کریمہ کے معانی پر غور کرو: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اصحاب رسول کے سلسلے میں یہ گواہی ہے کہ اس نے ان کے دلوں کو جوڑا ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا صحابہ کرام پر احسان ہے، اور اللہ کے فضل واحسان کو کوئی بھی روک نہیں سکتا۔

جی ہاں! یہ ایک حقیقت ہے کہ اوس اور خزرج انصار کے دو خاندانوں کے درمیان انتہائی درجے کی دشمنی بھڑکی ہوئی تھی، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دشمنی کو ختم کر دیا اور اس کو محبت والفت میں تبدیل کر دیا۔

محترم قارئین! اس میں تمھارا کیا نقصان ہے کہ تم اس پر ایمان لے آؤ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں اچھا گمان رکھو، ان کے پروردگار اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے بارے میں گواہی دی ہے اور ان پر کیے ہوئے اپنے احسان کو یاد دلایا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے ہیں، ان کے دل صاف ہیں، ان کے دلوں میں محبت والفت پیوست ہوگئی ہے، عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، مخصوص سبب کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اس عمومیت پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے:

"وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (الانفال ۶۲-۶۳) اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو اللہ تمھارے لیے کافی ہے، وہ ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے ذریعہ تمھاری تائید کی، باہمی الفت بھی ان کے دلوں میں اسی نے ڈالی، زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا، یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے، وہ غالب آنے والا اور حکمتوں والا ہے۔

محترم قارئین! اس آیت پر غور کرو اور بار بار اس کی تلاوت کرو، کیوں کہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس احسان کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے ان حضرات کی مدد فرمائی اور مومنین پر احسان کا تذکرہ کیا ہے، یہاں ہمارے مطلب کی چیز یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ زمین میں موجود پوری دولت بھی لٹا دیتے تو یہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی احسان فرمانے والا ہے، اس کے باوجود ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جو اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا نفس اس بات پر آمادہ ہوا ہے کہ ان نصوص کی مخالفت کریں، اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے درمیان دشمنی عام تھی۔

اللہ عزوجل ہم کو یہ خبر دے رہا ہے کہ اسی نے ان کے دلوں کے درمیان محبت پیدا کی اور ان کے دلوں کو جوڑا، ان کو بھائی بھائی بنایا اور ان کو ایک دوسرے پر رحم کرنے والا بنایا، پھر کن گھڑت افسانے بیان کیے جاتے ہیں کہ ان کے درمیان آپس میں دشمنی تھی!!

بہت سی آیتیں اسی موضوع سے متعلق نازل ہوئی ہیں، جن کا تذکرہ صحابہ کرام کی تعریف کے وقت گزر چکی ہیں، بہت سی آیتیں صحابہ کرام کے اوصاف اور اعمال کے سلسلے میں آئی ہیں، ان میں سے ایک صفت محبت کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ایثار اور قربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (سورہ حشر ۸-۹) مہاجرین فقراء کے لیے ہے جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے نکال دیا گیا، وہ اللہ کے احسان اور رضامندی کی تلاش میں ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں، اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو ان سے پہلے دار الاسلام یعنی مدینہ میں رہائش پذیر ہیں اور ایمان لاتے ہیں، جو اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر فاقہ کشی ہو، اور جس شخص کو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات میں بعض قرآنی نصوص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو بہت سے ہیں، ہم نے صرف ان نصوص پر اکتفا کیا ہے جن سے محبت پر دلالت ہوتی ہے اور آپس میں محبت کی موجودگی کی تاکید ہوتی ہے اور اس کا پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

درمیان الفت و محبت تھی، یہ بات آپ سے مخفی نہیں ہے کہ ایثار و قربانی، اخوت و بھائی چارگی، دوستی اور دلوں کی الفت؛ ان سبھی معانی کا تذکرہ قرآنی نصوص میں ملتا ہے، جن سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، اس سلسلے میں بہت سے صریح قرآنی نصوص آئے ہیں، مذکورہ بالا آیت کریمہ پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ مہاجرین نے انصار کی محبت کا ثبوت دیا ہے اور سورہ فتح کی آخری آیت پر بھی غور کرو۔

امام اربلی نے اپنی کتاب "کشف الغمہ ج ۲ ص ۷۸" میں امام علی بن حسین علیہما السلام سے ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: "امام کے پاس عراق سے چند لوگ آئے اور انھوں نے ابو بکر، عمر اور عثمان کے سلسلے میں کچھ کہا، جب وہ فارغ ہو گئے تو آپ نے کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ کیا تم وہ ہو جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ" (سورہ حشر ۸) (ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیے گئے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: کیا اس آیت سے تم مراد ہو: "اَلَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (سورہ حشر ۹) (اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو ان سے پہلے دار الاسلام یعنی مدینہ میں رہائش پذیر ہیں اور ایمان لائے ہیں، جو اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر فاقہ کشی ہو، اور جس شخص کو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم

ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ عز و جل نے فرمایا ہے: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ" (سورہ حشر ۱۰) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما، اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لا چکے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

میرے پاس سے نکلو، اللہ تمھارے ساتھ سخت معاملہ فرمائے۔ انتہی

یہ امام علی بن حسین کی سمجھ اور عقل مندی ہے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، صحابہ اور اہل بیت کی ایک دوسرے کی تعریف سے کتابیں بھری پڑی ہیں، "نہج البلاغہ" پڑھنے والے کو بہت سے ایسے خطبے اور واضح اشارے ملیں گے جو سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعریف میں ہیں، یہاں صرف ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے، جس میں قرآن کریم کا حوالہ دیا گیا ہے:

امام حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے محمد ﷺ کے ساتھیوں کو دیکھا ہے، بس میں نے تم میں سے کسی کو ان کے مشابہ نہیں دیکھا، وہ اس حال میں صبح کرتے تھے کہ غبار آلود اور بکھرے بالوں والے ہوتے، جب کہ وہ رات سجدوں اور قیام کی حالت میں گزار چکے ہوتے تھے، چنگاری پر کھڑے ہونے کی طرح اپنی آخرت کی یاد میں کھڑے رہتے، ان کے لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے گویا ان کی آنکھوں کے سامنے بکری کی پنڈلی رہتی (۱) جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں بہہ پڑتیں یہاں تک کہ گریبان بھی بھیگ جاتا، سخت آندھی کے موقع پر درختوں کے ہلنے کی طرح یہ بھی عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں کانپتے اور لرزتے رہتے تھے"۔ (نہج البلاغہ ص ۱۴۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں حضرت علی کی یہ گفتگو بڑی طویل ہے، آپ

کے پوتے امام زین العابدین کا ایک کتابچہ ہے، جس میں صحابہ کرام کے لیے دعائیں اور تعریفی کلمات ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں ہر امام کے متعدد اقوال ہیں، ان کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں، جن میں خلفائے راشدین اور امہات المومنین کی تعریف صراحتاً ملتی ہیں، اگر یہ سب اقوال جمع کیے جائیں تو اس کی کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی

محترم قارئین! اختصار کی خواہش کے باوجود میں نے بڑی تفصیلی بات کی، میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، اور اللہ تبارک وتعالی سے دعا گو ہوں کہ اس تفصیل سے مجھے اور آپ کو فائدہ پہنچائے، لیکن مکمل سچ کو بیان کرنا ضروری ہے، مجھے امید ہے کہ تم تھوڑی دیر میرے ساتھ صبر کرو گے، کیوں کہ یہ کتابچہ قریب الختم ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہل بیت کے مقام ومرتبے کو بیان کرنے کے لیے مختصر سا وقت درکار ہے، تاکہ تمھیں اس بات کا علم ہو جائے کہ اہل سنت والجماعت قرآن کریم کو تھامے رہنے اور اس پر عمل کرنے کے شدید خواہش مند ہیں، اسی طرح وہ اہل بیت رسول ﷺ کو بھی تھامتے ہیں، اس مسئلے پر مکمل تحقیق کرنے اور لکھنے کی ضرورت ہے، گذشتہ تفصیلات سے بھی اصحاب رسول کے درمیان آپس میں رحم دلی کی تاکید ہوتی ہے، ان صحابہ کرام میں آپ ﷺ کے رشتے دار اور وہ خاص الخاص افراد بھی ہیں جو آپ کے ساتھ چادر میں داخل ہوئے تھے، اور آپ نے ان کے حق میں دعا کی تھی، اگلے صفحات میں ان کے بعض حقوق کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جن کو علمائے اہل سنت والجماعت نے بیان کیا ہے۔

اہل بیت کے سلسلے میں اہلِ سنت کا موقف

اہل بیت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

اہل بیت کسی بھی شخص کے گھر والوں کو کہتے ہیں، عربی لفظ "تأهل" کے معنی گھر والی بنانے کے ہیں، اس کو خلیل نحوی نے بیان کیا ہے(۱) اہل البیت یعنی گھر میں رہنے والے اور اہل الاسلام کے معنی جو اسلام کو بطور دین اختیار کریں۔(۲)

"مقاییس اللغة" میں آل الرجل کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں: اس کے گھر والے۔(۳)

ابن منظور نے لکھا ہے: "آل الرجل" سے مراد اس کے گھر والے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے آل سے مراد آپ کے دوست ہیں، اس کی اصل "أهل" ہے، ہاء کو ہمزہ سے بدل کر "أأل" بنایا گیا ہے، دو ہمزہ ایک ساتھ آئے تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا گیا۔(۴)

آدمی کا گھر اس کا مکان اور عزت ہے۔(۵) جب "البیت" کہا جاتا ہے تو اس سے مراد بیت اللہ یعنی کعبہ ہوتا ہے، کیوں کہ مومنین کے دل اس کی طرف کھنچتے ہیں اور دلوں کو وہاں سکون ملتا ہے، وہ قبلہ ہے، جب جاہلیت میں "أهل البيت" کہا جاتا تھا تو اس سے مراد مکہ والے ہی ہوتے تھے، اسلام کے بعد جب اہل بیت کہا جانے لگا تو اس سے مراد

۱۔ کتاب العین ج۴/۸۹ ۲۔ الصحاح ۴/۱۶۲۸، لسان العرب ۱۱/۲۸
۳۔ معجم مقاییس اللغة ۱/۱۶۱ ۴۔ لسان العرب ۱۱/۳۱، اصفہانی فی المفردات فی غریب القرآن ۳۰
۵۔ لسان العرب ۲/۱۵

ہے۔(۱)

آلِ رسول کے سلسلے میں اہلِ سنت کا عقیدہ

عقیدے کی ہر کتاب میں جس میں عقائد کے مسائل بیان کیے گئے ہیں، اس میں تم کو ضرور اس مسئلے کی وضاحت ملے گی، کیوں کہ اس کی بڑی اہمیت ہے، اسی وجہ سے علمائے کرام نے اس کو عقیدے کے مسائل میں شمار کیا ہے اور اس کی اہمیت کی وجہ سے علماء نے مستقل کتابیں اس موضوع پر تحریر کی ہیں۔

اہلِ سنت کے عقیدے کا خلاصہ کلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "العقیدۃ الواسطیۃ" میں بیان کیا ہے، یہ کتابچہ بہت ہی مختصر ہے، اس کے باوجود اس میں امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع کو لیا ہے اور لکھا ہے: اہلِ سنت رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں، ان سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو یاد رکھتے ہیں، جب آپ ﷺ نے "غدیر خم" کے روز فرمایا: "میں تم کو میرے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ (۲) رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا جب انھوں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ قریش کے بعض لوگ بنو ہاشم پر ظلم کرتے ہیں: "اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ کی خاطر اور میری رشتے داری کی خاطر تم سے محبت نہ کریں"۔ (۳) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اللہ نے اسماعیل کی اولاد کو منتخب کیا، اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، کنانہ میں قریش کا انتخاب کیا، اور قریش میں بنو ہاشم کو

۱۔ اس کی تفصیلات کے لیے دیکھا جائے: الفرق، از: لوقتی
۲۔ مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی، ج ۱۵/۱۸۸
۳۔ مسند امام احمد: فضائل الصحابۃ، محقق نے اس سلسلے میں طویل کلام کیا ہے، اہم بات یہ ہے کہ اس روایت کا معنی صحیح ہے کیوں کہ احادیث کریمہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے گھر والے ہیں۔(۱)

آلِ رسول سے کیا مراد ہے؟

آل بیت کی تعیین میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے، اس سلسلے میں مشہور اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اہلِ بیت وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے، یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

۲۔ یہ نبی کریم ﷺ کی اولاد اور بیویاں ہیں، یہ ابن عربی کا قول ہے، جس کو انھوں نے اپنی کتاب "أحكام القرآن" میں بیان کیا ہے، بعض لوگ ازواجِ مطہرات کو اہلِ بیت سے خارج کرتے ہیں۔

۳۔ آلِ نبی ﷺ قیامت تک آنے والے آپ کے متبعین اور پیروکار ہیں، امام نووی نے شرح مسلم میں اس کے دلائل دیے ہیں، اسی طرح "الإنصاف" کے مصنف نے بھی کہا ہے کہ بعض علماء نے صرف ان ہی پیروکاروں کی تخصیص کی ہے جو متقی اور پرہیزگار ہوں، راجح قول پہلا ہی ہے۔

ایک سوال: وہ لوگ کون ہیں جن کے لیے صدقہ لینا حرام ہے؟؟

وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، یہی راجح قول ہے اور جمہور کا یہی مسلک ہے، بعض علماء نے صرف بنو ہاشم کو اس میں شامل کیا ہے اور بنو مطلب کو شامل نہیں کیا ہے۔

ان میں سے بعض لوگوں کے نزدیک آلِ رسول سے مراد صرف بارہ امام ہیں، ان کے علاوہ کوئی بھی آل میں شامل نہیں ہے، ان کی تفصیلات اور فروعات ہیں جن کو تفصیل کے ساتھ یہاں بیان کرنے کا موقع نہیں ہے، کیوں کہ اس مسئلے میں بہت اختلاف ہے اور اسی وجہ سے امت میں انتشار ہوا

۱۔ المفردات فی غریب القرآن ۲۹، شیخ الاسلام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے: "جلاء الافہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام" تفصیلات کے لیے اس کی طرف رجوع کیا جائے، اور محقق کا مقدمہ خاص طور پر دیکھا جائے، محقق نے ان کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو اس موضوع پر تصنیف کی گئی ہیں، اس سے تمھیں معلوم ہوگا کہ علمائے اہلِ سنت نے اس پر کتنی توجہ دی ہے

منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں میرا انتخاب کیا‘‘۔ (مسلم)

میں صرف امام ابن تیمیہ کے اس اقتباس پر اکتفا کرتا ہوں، جس کے بارے میں بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اہل سنت میں سے اہل بیت کے سب سے سخت ترین دشمن ہیں۔

اہل بیت کے حقوق

۱۔ محبت اور دوستی کا حق

محب محترم! یہ بات تم سے مخفی نہیں ہے کہ ہر مومن مومن کے ساتھ محبت شرعی فریضہ ہے، آل رسول ﷺ کی محبت اور دوستی کے بارے میں جو بتایا گیا ہے وہ خصوصی محبت اور دوستی ہے، جس کے ساتھ اس میں دوسرے شریک نہیں ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’میری رشتے داری کی خاطر‘‘، جہاں تک مکمل محبت کا تعلق ہے، جو اللہ کی خاطر ہے، وہ ایمانی اخوت و بھائی چارگی اور دوستی ہے، جو کہ بھی مسلمانوں کے لیے ہے، کیوں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس لیے یہ محبت بھی مسلمانوں کے لیے شامل ہے، جن میں اہل بیت بھی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اپنی رشتے داری کی وجہ سے اہل بیت سے خصوصی محبت کا تذکرہ کیا، کیوں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ‘‘ (شوریٰ ۲۳) (آپ کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا، مگر رشتے داری کی محبت) یہ مذکورہ بالا حدیث کا مطلب ہے، کیوں کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے: تم مجھ سے میری رشتے داری کی وجہ سے محبت کرتے ہو، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی قریش کے سبھی خاندانوں کے ساتھ رشتے داری تھی، مطلب یہ کہ ان کی محبت، دوستی اور عزت و توقیر رسول اللہ ﷺ سے رشتے داری کی وجہ سے ہے، جو ثابت شدہ ہے، یہ اہل اسلام کی عام دوستی کے علاوہ ہے۔

۲۔ ان کے حق میں رحمت کی دعا کرنا

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ’’إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا‘‘ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو (الاحزاب ۵۶)

امام مسلم نے ابو مسعود انصاری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ’’میرے پاس رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ کی مجلس میں آئے تو بشر بن سعد نے آپ سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، اللہ کے رسول! ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہماری تمنا یہ ہوئی کہ بشر آپ سے سوال ہی نہیں کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو! اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

ترجمہ: اے اللہ محمد ﷺ پر اور محمد کے آل پر رحمت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق اور بڑی بزرگی والا ہے، اور محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تمام جہانوں میں تعریف کے لائق اور بڑی بزرگی والا ہے۔

سلام کے بارے میں تم جانتے ہی ہو‘‘۔ (۱) ابو حمید ساعدی سے بخاری اور مسلم نے اسی طرح روایت کی ہے، اس کی دلیلیں بے شمار ہیں، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’پوری امت کے مقابلے میں یہ ان کا حق ہے، اس میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے‘‘۔ (۲)

۳۔ مال غنیمت میں خمس یعنی پانچویں حصے کا حق:

۱۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی بعد التشہد ۱/۳۰۵، حدیث ۴۰۵

۲۔ جلاء الافہام ۱۸۰، اس بارے میں علامہ ابن قیم نے تفصیلی بحث کی ہے

ان کو مالِ غنیمت میں پانچواں حصہ ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ" یہ بات جان لو کہ جو تم کو غنیمت کا مال ملتا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، ان کے رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر کا ہے۔ (انفال:۴۱)

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، یہ حصہ رشتے داروں کے لیے مخصوص ہے، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی خلفائے راشدین نے ان کو یہ حق دیا، جمہور علمائے کرام کا یہی قول ہے، جو سب سے صحیح ہے۔[1]

فائدہ: آل بیت کے حقوق بہت سے ہیں، ہم نے یہاں صرف اہم حقوق کو بیان کیا ہے، جس کا اسلام اور نسب (نبی کریم ﷺ سے قرابت ورشتے داری) ثابت ہو تو اس کے حق میں ان حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک ضروری ہے۔

ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ نسب پر اعتماد کرنے سے منع کیا کرتے تھے، مکہ میں ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو اس بات سے ڈرایا تھا، یہ واقعہ بہت مشہور ومعروف واقعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "قریش والو! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو، میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اللہ کے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، فاطمہ بنت محمد! تم میرے مال ودولت میں سے جو چاہو مجھ سے مانگو، میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا"۔ (بخاری) ابو لہب کے سلسلے میں اتری ہوئی آیات سے ہم میں سے ہر ایک واقف ہے، ہم اللہ سے حضور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

[1] المغنی ۹/۲۸۸۔ یہ علامہ ابن جبیر کو آل بیت کے حقوق کے سلسلے میں مختصر کتابچہ ہے

ناصبیین کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف

اہل سنت والجماعت کے نزدیک آلِ رسول کے مقام ومرتبے پر گفتگو کرنے سے پہلے ناصبیوں کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کے موقف کی وضاحت کرنا ضروری ہے، جس کی تفصیلات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

لفظ "نصب" کے لغوی معنی: کسی چیز کو قائم کرنا اور اٹھانا، اسی سے استعمال ہوتا ہے: "ناصبة الشر والحرب" برائی اور جنگ برپا کرنے والی۔

قاموس میں ہے: "نواصب، ناصبہ اور نصب وہ لوگ ہیں جو حضرت علی سے بغض وعداوت رکھنے کو دین کا حصہ سمجھتے ہیں، کیوں کہ انھوں نے حضرت علی کے خلاف برائی اور جنگ برپا کی۔

نام کی حقیقت یہ ہے، چناں چہ ہر وہ شخص ناصبی ہے جو آل بیت سے بغض اور عداوت رکھتا ہو۔

محترم قارئین!

امام علی اور آپ کی اولاد رضی اللہ عنہم کی تعریف کے سلسلے میں علمائے اسلام کے واضح اقوال اور صراحتیں موجود ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم جنت میں ہیں۔

یہاں ناصبیین کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کے موقف کو بیان کیا جارہا ہے اور ناصبیین سے اہل سنت کی براءت کو واضح کیا جارہا ہے، یہ بڑا ہی اہم مسئلہ ہے، کیوں کہ یہ مسئلہ امت مسلمہ میں اختلاف اور انتشار کا باعث ہے، ناصبی فرقے سے فائدہ اٹھانے والے چند لوگ ہیں، جو ایسی تقریریں کرتے ہیں اور مضامین لکھتے ہیں جن سے اختلاف بھڑکتے ہیں اور امت کے انتشار میں ہر موقع پر اضافہ ہوتا ہے، بلکہ بے موقع فتنہ بھڑک اٹھتا ہے، اس طرح کی ہر گفتگو سے آگ بھڑکتی ہے اور چنگاری تیز سے تیز تر ہوجاتی ہے، یہ

باتیں صرف یہ صرف جھوٹ اور بہتان ہیں۔

اس طرح کی گفتگو کرنے والا اہل سنت والجماعت کو یہ الزام دیتا ہے کہ وہ امام علی اور آپ کی اولاد رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتے ہیں، پھر یہ شخص جھوٹ گھڑنے میں اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دیتا ہے، وہ امام علی سے اہل سنت والجماعت کی دشمنی کے سلسلے میں خیالی کہانیوں اور من گھڑت افسانوں کو بیان کرتا ہے۔

اہل سنت حضرت علی کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں نقل کرتے ہیں، کوئی بھی حدیث کی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں امام علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کا تذکرہ نہ ہو۔

محترم قارئین!

ناصبیوں کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف بالکل واضح ہے، میں یہاں صرف ابن تیمیہ کا اقتباس پیش کر رہا ہوں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی کو گالی دینا اور ان پر لعنت کرنا بغاوت ہے، جس کے مرتکبین کو "باغی گروپ" کہا جاتا ہے، جیسا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں خالد حذاء سے روایت کی ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان کی بات سنو! چنانچہ ہم ان کے پاس چلے گئے، وہ ایک باغ میں تھے جو وہاں کچھ کام کر رہے تھے، انھوں نے اپنی چادر لی اور پالتی مار کر بیٹھ گئے، پھر وہ ہم کو بتانے لگے، یہاں تک کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر کا تذکرہ آیا تو انھوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ ڈھو رہے تھے اور عمار دو دو اینٹ ڈھو رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: "عمار کا ناس ہو! باغی جماعت ان کا قتل کرے گی، یہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہیں، اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلا رہے ہیں" راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمار کہا کرتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کے حضور پناہ مانگتا ہوں۔

امام مسلم نے ابوسعید رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: مجھ سے بہتر

شخص ابوقتادہ نے مجھ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودتے وقت عمار سے فرمایا: "ابن سمیہ کے لیے بڑی خبر ہے کہ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی"۔

امام مسلم نے ہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی"۔(۱)

اس سے بھی حضرت علی کی امامت کے صحیح ہونے اور ان کی اطاعت واجب ہونے کی دلیل ملتی ہے، ان کی اطاعت کی طرف بلانے والا جنت کی طرف بلانے والا ہے، اور ان کے خلاف جنگ کے لیے بلانے والا جہنم کی طرف بلانے والا ہے، (چاہے وہ تاویل کا سہارا لے رہا ہو) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی کے خلاف جنگ کرنا جائز نہیں تھا، اسی بنیاد پر حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنے والا غلط ہے، جب وہ تاویل پیش کرے یا بغیر تاویل کے جنگ کرے تو وہ باغی ہے، یہی ہمارے اصحاب کا صحیح قول ہے، علی کے خلاف جنگ کرنے والوں کو غلط ٹھہرانے کا ہی حکم ہے، یہی ائمہ و فقہاء کا مسلک ہے، جنھوں نے اس کو بنیاد بنا کر تاویل کرنے والے باغیوں کے خلاف جنگ کرنے کے فروعی مسائل بیان کیے ہیں۔(۲)

امام ابن تیمیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر غور کیجیے:

امام رحمۃ اللہ علیہ یزید کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کے موقف کے بارے میں تفصیلی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں، انھوں نے یزید کے سلسلے میں علماء کے اختلافات کا بھی تذکرہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "البتہ جس نے حسین کو قتل کیا ہے، یا ان کو قتل کرنے میں تعاون کیا ہے، یا اس پر راضی ہے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور سبھی لوگوں کی لعنت ہے"۔(۳)

کیا پھر کسی خطیب یا معلم کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت پر طعن و تشنیع کرے اور یہ کہے کہ وہ ناصبی ہیں، یہ سلف صالحین ائمہ کرام میں سے ایک امام کا قول ہے۔

۱۔ مجموع فتاوی شیخ الاسلام ۴/ ۴۳۷

۲۔ ایضاً ۴/ ۴۸۷

۳۔ ایضاً ۴/ ۴۸۷

تھوڑی دیر وقفہ

میرے محترم بھائیو!

اس کتابچہ کو پڑھنے کے بعد تمھارے دل میں بہت سے سوالات اٹھ سکتے ہیں، ہماری تاریخ میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان صفین اور جمل کی جنگیں ہوئی ہیں، دونوں طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، البتہ اکثریت حضرت علی اور ان کے آل کے ساتھ تھی، اس موضوع پر الگ کتاب تحریر کرنے کی ضرورت ہے، میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ ان مسائل کی وضاحت کرنے اور حقیقت بیان کرنے میں میری مدد فرمائے۔

میں خود کو اور تم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان یاد دلاتا ہوں: ”وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ......“ (حجرات ۹-۱۰) اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرو اور عدل کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے، سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں......

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنگ کے باوجود ان لوگوں کو مومن کہا ہے، یہ آیت کریمہ بالکل واضح ہے، اس کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں ہے، پس یہ سب مومن ہیں، چاہے ان کے درمیان جنگیں ہوئی ہوں۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ”فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

بِالْمَعْرُوفِ ......“ (البقرہ ۱۷۸) (ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہیے......) یہ آیت قتل عمد کے سلسلے میں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قاتل اور مقتول کے اولیاء کے درمیان ایمانی اخوت کو ثابت کیا ہے، حالانکہ قاتل کا جرم بڑا سنگین ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی بڑی سخت سزا مقرر کی ہے، لیکن وہ ایمان کے دائرے سے نہیں نکلتا ہے، وہ مقتول کے اولیاء کے ایمانی بھائی ہے، اللہ فرماتا ہے: ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ“ سبھی مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

اس موضوع کے لیے الگ ہی کتاب تحریر کرنے کی ضرورت ہے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جلد ہی یہ کتاب منظر عام پر آئے گی۔

خلاصۂ کلام

اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جس نے نبی کریم ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ہمیں عطا فرمائی اور ہم پر یہ احسان عظیم کیا۔

محب محترم! ہم نے تھوڑی دیر رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ اہل و عیال اور بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ گزاری، اس دوران ہمیں آپس میں ایک دوسرے پر رحم دلی، ان کے درمیان موجود محبت و مودت، صلہ رحمی، سسرالی رشتے، اخوت و بھائی چارگی اور دلوں کا ایک دوسرے سے مربوط رہنے کا پتہ چلا، جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔

یہ سب جاننے کے بعد ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے حضور یہ دعا کرتے رہیں کہ وہ ہمیں اس کو راضی کرنے والے اور اس کی محبت کا حق دار بنانے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں سے بنائے جن کا تذکرہ مہاجرین و انصار کی تعریف کرنے کے بعد قرآن کریم میں کیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ" (سورہ حشر:۱۰) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما، اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لا چکے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

جس طرح امام زین العابدین نے فرمایا ہے: جب بعض لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کے سلسلے میں کچھ کہا، جب وہ فارغ ہو گئے تو آپ نے کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ کیا تم وہ ہو جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ" (سورہ حشر:۸) (ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے

مالوں سے جدا کر دیے گئے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور رضا مندی کے طالب ہیں، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: کیا تم اس آیت سے مراد ہو: "وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (سورہ حشر:۹) (اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو ان سے پہلے دار الاسلام یعنی مدینہ میں رہائش پذیر ہیں اور ایمان لاتے ہیں، جو اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر فاقہ کشی ہو، اور جس شخص کو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ" (سورہ حشر:۱۰) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما، اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لا چکے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

میرے پاس سے نکلو، اللہ تمھارے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ الخ [1]

جتنی بھی نشانیاں ظاہر ہو جائیں اور دلیل واضح ہو جائے، انسان اپنے مولیٰ عزوجل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، یہ بات معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے عظیم معجزات اور قرآن کریم کے ذریعے اپنے رسول کی تائید کی، جس کو اللہ تعالیٰ نے "نور مبین" سے تعبیر فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق، قوت بیان، فصاحت و بلاغت، ظاہری و باطنی خوبیوں اور بچپن سے مبعوث ہونے تک مکہ والوں کے سامنے آپ کی زندگی کی کتاب کھلی رہنے کے باوجود بہت

۱۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۸۰ طبع ایران

سے مکہ والے اپنے کفر پر جمے رہے، یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا، اسی وجہ سے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مسلسل دعا کرتے رہیں اور حق پر ثابت قدم رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت اور ہر جگہ اتباع کی توفیق کی دعا مانگتے رہیں، کیوں کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔

میرے محترم بھائیو! اس بات کو یاد رکھو کہ تم اللہ کے احکامات و اوامر پر عمل کرنے کے ذمے دار ہو اور اللہ اس پر تمھارا محاسبہ کرنے والا ہے، پس تم اس بات سے چوکنا رہو کہ تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام پر کسی بھی بشر کے کلام کو مقدم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں تمھارے لیے قرآن کو نازل کیا ہے اور اس کو مومنین کے لیے ہدایت اور شفایابی کا سامان بنایا ہے، اور دوسروں کے لیے گمراہی کا سبب بنا دیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ ۚ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْ آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى" (فصلت ۴۴) (آپ کہہ دیجیے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے) پس اس قرآن کے ذریعے ہدایت پاؤ اور اس کو اپنی آنکھوں کا نور بناؤ، اللہ تمھیں اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

محترم بھائیو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سبھی مخلوقات کا حساب لے گا، کسی بھی انسان کو اس کا اختیار نہیں رہے گا، البتہ نیک لوگوں کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جس کے لیے بہت سی شرطیں ہیں، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرنے اور اس کے بندوں پر حکم لگانے سے باز آئیں۔

اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوگا کہ ہم اہلِ بیت اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت کریں، بلکہ یہ قرآن کریم اور صحیح روایتوں کے مطابق ہے، پس تم اس پر غور کرو۔

اخیر میں ہم پر ضروری ہے کہ ہم پوری جد وجہد کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ ہمارے دلوں سے صحابہ کرام کی ناپسندیدگی اور نفرت کو نکال دے اور ہم کو حق دکھلا دے، ہمارے نفس اور شیطان کے خلاف ہماری مدد فرمائے، اللہ بڑا کارساز ہے اور بڑی قدرت والا ہے۔

عشرہ مبشرہ اور خاندان بنو ہاشم کے درمیان سسرالی رشتہ

شمار	خاندانِ بنو ہاشم	صحابہ کرام	مراجع
۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عائشہ بنت صدیق حفصہ بنت عمر رملہ بنت ابوسفیان	سبھی مصادر و مراجع
۲	عمر بن خطاب	ام کلثوم بنت علی	اکثر مراجع و مصادر
۳	فاطمہ بنت حسین	عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان	انساب الطالبین ص ۹۵، از: ابن مصطفیٰ عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۱۱۸، ابن عنبہ
۴	صفیہ بنت عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی	عوام بن خویلد، ان سے اسلام سے پہلے زبیر بن عوام کی پیدائش ہوئی	سبھی مراجع و مصادر
۵	ام الحسن بنت حسن بن علی بن ابو طالب	ان سے عبد اللہ بن زبیر نے شادی کی، ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی زید نے ان کے ساتھ شادی کی	منتہی الآمال ص ۳۴۱، شیخ عباس قمی، تراجم النساء، شیخ محمد حسین حائری ص ۳۴۶

۶	رقیہ بنت حسن بن علی بن ابوطالب	ان سے عمرو بن زبیر بن عوام نے شادی کی	منتہی الآمال ص ۳۳۴، شیخ عباس قمی، تراجم النساء، محمد اعلیٰ ص ۳۳۶
۷	حسین اصغر بن زین العابدین	انھوں نے خالدہ بنت حمزہ بن مصعب بن زبیر سے شادی کی	تراجم النساء، از محمد اعلیٰ ص ۳۶۱

اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں، سکینہ بنت حسین کی شادی مصعب بن زبیر سے ساتھ ہوئی تھی، یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے، جس کی تحقیق کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، سسرالی رشتے داریوں کے سلسلے میں بہت سی کتابیں ہیں، جن میں اس موضوع کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

من إصداراتنا
More Others